۹۴
۱۶۲۹

محرم ۱۴۱۷ھ میں

باسمہ تعالیٰ

تقریباً انیس (۱۹) سال قبل زیرِ نظر تحقیقی اور تفصیلی فتویٰ بعنوان "عوام الناس کے لیے حکومت کے ضبط کردہ اموال کو خریدنے کا حکم"، لکھا گیا تھا، جس پر مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے دعائیہ کلمات کے ساتھ تصدیقی دستخط بھی کیے تھے لیکن بعض وجوہات کی بناء پر یہ فتویٰ جاری نہیں ہو سکا، غالباً اس میں مزید کچھ حوالہ جات وغیرہ کا اضافہ کرنا تھا۔ بہر حال چونکہ فتویٰ تصدیق شدہ ہے، اس لیے اب اس فتوے کو افادہ اور استفادہ کی غرض سے نئے اندراج نمبر کے ساتھ جاری کر کے جامعہ دارالعلوم کراچی کی تبویب کا حصہ بنایا جا رہا ہے، اگر کوئی صاحب اس میں مزید اضافہ یا تحقیق کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

احقر محمود اشرف غفراللہ لہ
۲۲/صفر ۱۴۳۶ھ
۱۵/دسمبر ۲۰۱۴ء

باسمہ تعالیٰ

ملحوظہ: زیرِ نظر فتویٰ حضرت الاستاذ مفتی محمود اشرف مدظلہ نے اپنے دستِ مبارک سے مورخہ ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ میں تحریر کیا تھا۔ بندہ نے حضرت الاستاذ کی اجازت سے اس سوال وجواب کو کمپوز کیا اور مزید حوالہ جات کا اضافہ بھی کیا۔ اب افادۂ عام کی غرض سے اس کمپوز شدہ سوال وجواب کو اصل سوال وجواب کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔

جنید احمد خان
تخصص فی الافتاء۔ سالِ سوم
۲۳/۲/۱۴۳۶ھ
۱۶/۱۲/۲۰۱۴ء

استفتاء

جبکہ پوسٹ پر حکومت کا عمل خلاف ہے
اور اس پالیسی کا عوام کیلئے فریب کا [illegible]

میں ایک ایسے محکمہ میں ملازمت کر رہا ہوں جس کی ایک اہم ذمہ داری سمگلنگ روکنا ہے۔ یعنی
غیر ملکی تیار کردہ اشیاء کو غیر قانونی طور پر ملک میں نہ آنے دینا اور ملکی (پاکستانی) تیار کردہ اشیاء
کو باہر (غیر ممالک) نہ جانے دینا۔ یہ کام قانون کی حد تک احکامات ہیں۔ لیکن یہ بھی
مجھے معلوم ہے کہ اسمگلروں کے اپنے بڑے تعلقات ہیں کہ وہ غیر قانونی طور پر ایسی اشیاء
اپنی دولت اور اثر و رسوخ کی بنا پر درآمد اور برآمد کرنے میں کامیاب ہو جاتے
ہیں اور پاکستان میں دوگنی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ لیکن کچھ اسمگلر ایسے
ہیں جن کا سامان پکڑا جاتا ہے۔ ایسی اسمگلرز سامان چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں یا پھر
ان کی موجودگی میں ایسا سامان ضبط ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات مشتبہ افراد اپنی گاڑیاں
اور گاڑیوں پر لدے [illegible] جب ان کا پیچھا کیا جاتا ہے تو وہ سواری اور سامان
چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اکثر اوقات مقابلہ بھی ہو جاتا ہے۔ [illegible]
صورت میں محکمہ ھذا کے کافی جوان اور آفیسر [illegible] ہو چکے ہیں۔ [illegible]
اور گاڑیاں محکمہ ھذا اپنی تحویل میں لیتا ہے۔ ضبط شدہ سامان
وہ کورٹ (عدالت) میں کیس دائر کرکے [illegible] گورنمنٹ کی جانب سے اجازت ہوتی ہے کہ
سامان واپس لے سکتے ہیں۔ اسی طرح کافی لوگ ٹیکس جمع کروا کے سامان لے بھی جاتے ہیں۔
جو لوگ قانونی واپسی کے خواہشمند نہیں ہوتے ہیں ان کا سامان مستقل طور پر ضبط کرکے
کچھ تو نیلام کر دیا جاتا ہے اور کچھ سامان محکمہ ھذا کے ملازمین کو بازار سے قدرے رعایت پر
بیچ دیا جاتا ہے۔ اس سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ [illegible] کچھ تو گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع کر
دیا جاتا ہے اور کچھ محکمہ ھذا کے فنڈ میں جمع کیجاتی ہے۔ جو رقم محکمہ ھذا کے فنڈ میں جمع ہوتی
ہے وہ ملازمین کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوتی ہے اور کچھ رقم محکمہ ھذا مسجد اور مکانات وغیرہ
تعمیر کرواتی ہے۔ کچھ ادویات خریدی جاتی ہیں، کچھ بیماروں پر خرچ ہوتی ہے۔ کچھ اشیاء ایسی
بھی ہیں جن کا محکمہ ھذا کے لنگر میں دی جاتی ہیں۔ مثلاً دودھ، چینی، چائے اور گھی وغیرہ
یہ بھی واضح کر دوں کہ غیر ملکی اشیاء حسب ضرورت لانے کی اجازت ہے۔ مثلاً ایک دو کمبل وغیرہ
لیکن کچھ لوگوں کی قلیل اشیاء بھی کبھی کبھار ضبط کی جاتی ہیں۔ بعض اوقات جب ایسی سامان ضبط
کیا جاتا ہے تو ملازمین کا افسر چند اشیاء ان ملازمین کو مفت بھی دے دیتا ہے اور
کچھ ملازمین بغیر اجازت بھی اشیاء حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ ایسی اشیاء
بازار میں بسہولت [illegible] ہوتی ہیں۔ کوئی بھی [illegible] کو ضبط نہیں کرتا ہے

سامان [illegible]

P.T.O

دار الافتاء
92/147

00303

جب یہ سامان ضبط ہوتا ہے تو اسے ایک بڑے سٹور میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ پھر محکمے کا سربراہ اپنے حکم پر ملازمین کو سٹور ڈیوٹی پر مجبور کر دیتا ہے۔ اگر کوئی ملازم انکار کرے تو اس کی ملازمت خطرے میں پڑ سکتی ہے اور اسے جیل بھی بھیجا جا سکتا ہے یا پھر اسے جسمانی سزا (قید وغیرہ) دی جا سکتی ہے۔ جو ملازمین اس سٹور میں کام کرتے ہیں وہ دوسرے ملازمین کی نسبت 9/8 گھنٹے ڈیوٹی زیادہ کرتے ہیں۔ وہ دوران ڈیوٹی اپنے کسی دوست یا عزیز و اقارب سے زیادہ دیر تک ملاقات نہیں کر سکتے ہیں۔ کبھی تو ملنے بھی نہیں دیا جاتا کبھی چند منٹوں کیلئے ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس ملازم کو گورنمنٹ مبلغ 300/- روپے ماہانہ علاوہ تنخواہ دیتی ہے حالانکہ وہ ملازم رات دن کام کرتا رہتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ اسمگلروں کے علم میں یہ بات بھی ہے کہ وہ ملکی قوانین کی سراسر خلاف ورزی کر رہا ہے۔ نیز ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ جو ملازم سٹور ڈیوٹی پر مجبور ہوتا ہے اسے جو 300/- روپے ماہوار ملتے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ رقم بھی اسی سامان کی آمدنی سے دی جاتی ہو۔

گزارش یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن اور سنت کی روشنی میں دیکر مشکور فرمائیں۔

1۔ ضبط شدہ سامان اور گاڑیاں محکمہ والے ملازمین لے سکتے ہیں جبکہ یہ سامان حکماً دیا جاتا ہو۔

2۔ جو جوان شہید یا زخمی ہوئے ہیں۔ اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟

3۔ جو رقم اسی فنڈ سے جوانوں کے والدین یا بذات خود ملازم پر خرچ کی جاتی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

4۔ کیا جو ادویات اسی فنڈ سے خریدی جاتی ہیں اُن کا استعمال جائز ہے؟ جو چیزیں یا لنگر دی جاتی ہیں مثلاً دودھ وغیرہ کیا ان کا کھانا جائز ہے؟

5۔ کیا بحیثیت افسر ملازمین میں یہی ضبط شدہ اشیاء مفت یا بطور انعام دے سکتا ہے۔ کیونکہ رشوت دینا [illegible] سرکار کا ہے۔

6۔ کیا ملازم خود بخود اُن اشیاء کے استعمال یا اٹھا لینے کا مجاز ہے؟ [illegible]

7۔ جن افراد کو سٹور ڈیوٹی پر مجبور کیا جاتا ہے کیا وہ لوگ 300/- روپے لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہی ملازم سٹور سے قیمتاً یا بطور صلہ ڈیوٹی مفت لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا اسلام ملازمت کی اجازت دیتا ہے؟

8۔ جو ملازم سٹور میں کام کرتے ہیں اپنے حاکم کے حکم یا اجازت سے اشیاء خوردنی میں سے کھا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ کیا ضبط شدہ جائے نماز یا مصحف پر نماز ہو سکتی ہے؟

9۔ جو سامان پہلے خریدا جا چکا ہے اُن کا استعمال جائز ہے یا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیا حل ہے؟

10۔ اگر ضبط شدہ سامان غرباء اور مساکین کا حق ہے تو کیا کثیر العیال غریب، بیمار، روزانہ اجیر ملازم سرکار یہی سامان لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟

11۔ اگر یہی سامان ہم بذات خود لینے کے حقدار نہیں ہیں تو کیا ہم یہی سامان کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لیے قیمتاً یا مفت حاصل کر کے مساجد کے لیے وقف کر سکتے ہیں۔ جبکہ ایسے سامان کے عوض اصل مالک کو خدا جزا دے؟

12۔ کیا حاکم وقت اسی مال سے کسی درس القرآن یا مکتب درس کی امداد کرے تو کیا یہ امداد ہماری نیت پر قبول کی جا سکتی ہے؟

براہ کرم فوری جواب دیکر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔ شکریہ

المستفتی

صوبیدار امیر محمد سیکنڈ ان کمانڈ [illegible] فرنٹیئر کور بلوچستان کوئٹہ نزد نواں کلی کوئٹہ

دار الافتاء
90304

الجواب

ان سوالات کے جواب سے قبل چند اصولی باتیں بطور تمہید سمجھنی ضروری ہیں جسکے بعد ان شاء اللہ نمبروار جواب تحریر کیا جائیگا۔

پہلی بات یہ کہ بیرون ملک سے تجارت اور خرید و فروخت کرنا فی نفسہ اسلامی مملکت کے ہر شہری کا حق ہے لیکن اگر سرکاری مصالح، زرمبادلہ کی اہمیت، بیرونی ممالک کے قوانین یا عام افراد میں سرمایہ کی کمی وغیرہ جیسے امور کی بناء پر اگر حکومت تجارت کو منظم کرتے ہوئے بطریق عدل خاص خاص تاجروں کو درآمد کی اجازت دے کر انپر ٹیکس عائد کردے تاکہ ان سے حاصل ہونے والا ٹیکس قومی خزانہ کے ذریعہ عام شہریوں کی فلاح و بہبود پر خرچ ہو تو اس ٹیکس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور تاجروں کیلئے اس ٹیکس کی ادائیگی بھی شرعاً واجب ہوگی، کیونکہ انہیں درآمد کی خصوصی اجازت دی گئی ہے جبکہ وہ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کا حق تھا اسلئے انپر لازم ہوگا کہ وہ عام شہریوں کی فلاح و بہبود کیلئے بطور خاص ٹیکس ادا کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر کسی امر مباح پر وقتی پابندی عائد کردے تو ملک کے باشندوں پر اسکی پابندی شرعاً بھی لازم ہوجاتی ہے اور اسکی خلاف ورزی گناہ اور جرم قرار پاتی ہے اور چونکہ یہ خلاف ورزی جرم اور معصیت ہوگی اسلئے حکومت اپنی صوابدید کے مطابق ایسے شخص کو سزا بھی دے سکتی ہے جسکی تفصیل منسلکہ عربی عبارات میں درج ہے۔

لہذا ان باتوں کے پیش نظر اگر حکومت درآمدی تجارت کے سلسلہ میں ٹیکس کی ایسی پابندی عائد کرے جو عوام الناس کی مصلحت کے مطابق ہو، اسکی شرح منصفانہ ہو، اور اسکا طریق کار بھی مناسب ہو تو حکومت کی جانب سے ایسی پابندی عائد کرنا شرعاً جائز ہے اور اس حکم کی پابندی ملک کے ہر باشندہ پر لازم ہے۔

دار الافتاء

90305

اس تمہید کے بعد گذارش ہے کہ سوال سے تین صورتیں واضح ہیں۔

(۱) پہلی صورت یہ کہ کسٹم افسران بلاوجہ کسی شخص کی کوئی چیز ضبط کر لیں یا اسے اس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ چیز چھوڑ کر چلا جائے، جیسا کہ آپ نے سوال میں ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ یہی غیر ملکی اشیاء حسب ضرورت لانے کی اجازت بھی ہے مثلاً ایک دو کمبل وغیرہ وغیرہ لیکن کچھ لوگوں کی قلیل اشیاء بھی کبھی کبھار ضبط کر لی جاتی ہیں"(ص ۱) تو ایسی صورت میں بلاوجہ ان قلیل اشیاء کو ضبط کرنا صریح ظلم ہوگا، اس ظلم سے توبہ کرنا اور اصل مالک کو تلاش کر کے اس کی اشیاء اسے واپس پہنچانا شرعاً ضروری ہوگا اور جس شخص کو کسی متعین شئی یا اشیاء کے بارے میں اس صورت حال کا یقینی طور سے علم ہو اس کیلئے ان اشیاء کو اصل مالک کی اجازت کے بغیر خریدنا یا استعمال کرنا

(۲) دوسری صورت یہ کہ اسمگلر اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ جائے اور سامان کا مالک نامعلوم ہو اور کوئی شخص اس سامان کی ملکیت کا دعویٰ بھی نہ کرے تو اس صورت میں لقطہ کا حکم جاری ہوگا یعنی اس سامان کے مالکوں کو تلاش کیا جائے، اگر وہ مل جائیں اور قانونی طور پر ٹیکس دینے کیلئے تیار ہوں تو انہیں ان کا مال قانونی کارروائی کے بعد واپس کر دیا جائے۔ اور اگر اس سامان کے مالک اپنا مال لینے کیلئے نہ آئیں اور ان سے رابطہ بھی ممکن نہ ہو اور اعلان کے باوجود اتنی معتدبہ مدت بھی گذر جائے کہ ظن غالب کے مطابق مالک کی واپسی اب بظاہر ممکن نہ ہو تو یہ سامان لقطہ ہے اور چونکہ یہ لقطہ حکومت کے قبضہ میں ہے لہٰذا حکومت کی طرف سے یہ مال ورنہ اسے بیچ کر اس کی رقم لاوارث اور محتاج فقراء و مساکین پر صرف کیا جائے کیونکہ لقطہ کے اصل مستحق یہی مذکورہ افراد ہیں۔

لیکن اگر حکومت ان اشیاء کو فروخت کر کے ان کی رقم سرکاری خزانہ میں جمع کر دے اور مصالح مسلمین پر صرف کر دے یا یہ اشیاء قانون کے مطابق اپنے کسی ملازم کو مالکانہ طور پر بطور انعام دیدے یا ان اشیاء کو فروخت کر کے ان کی رقم قانون کے مطابق ملازمین میں تقسیم کر دے تو بھی شرعاً ان ملازمین کیلئے

دار الافتاء

00306

یہ اشیاء لینا یا انکی رقم کا لینا جائز ہوگا۔ ان ملازمین کیلئے ملکیت ثابت ہو جائیگی اور پھر انہیں ان اشیاء کو استعمال کرنے اور آگے انہیں فروخت کرنے کی بھی شرعاً اجازت ہوگی۔

اسکی فقہی وجہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اگرچہ لقطہ کا تصدق واجب ہے مگر یہ صدقات واجبہ میں سے نہیں بلکہ صدقات نافلہ میں سے ہے جنکے مصارف میں عموم ہے لہذا حکم حاکم کی وجہ سے غنی کیلئے بھی اسکا استعمال جائز ہو جائیگا جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک تو لقطہ کا استعمال (مدت تعریف گذرنے کے بعد) غنی کیلئے بلا اذن حاکم بھی جائز ہے۔ (راجع العبارات الآتیۃ)

(۳) تیسری صورت یہ کہ حکومت کا عملہ اس غیر قانونی سامان کو ایئرپورٹ بندرگاہ وغیرہ سے مالک کی موجودگی میں قانون کے مطابق ضبط کرلے یا تو اس بناء پر کہ حکومت نے اس سامان کے ملک میں لانے پر پابندی لگا رکھی تھی، یا اس بناء پر کہ مالک حکومت کا تجویز کردہ ٹیکس ادا کرنے پر راضی نہ تھا — ان دونوں صورتوں میں حکومت کا یہ مال ضبط کرنا "تعزیر بالمال" میں داخل ہوگا جو اصل مذہب حنفی کے مطابق جائز نہیں، لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کی ایک روایت، بعض فقہاء حنفیہ اور فقہائے مالکیہ کی آراء اور امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کے مذہب کے مطابق اسکی گنجائش ہے جس سے اس مسئلہ کا فی الجملہ مجتہد فیہ ہونا واضح ہے ——— اور اگر کوئی قاضی شرعی اسلامی مملکت کی مصلحت کے مطابق امر مجتہد فیہ میں خلاف مذہب فیصلہ کردے تو وہ چونکہ قضاءً نافذ ہو جاتا ہے، اسلئے یہاں بھی اگر حکومت واقعی انتظامی مصلحت کے پیش نظر تعزیر بالمال کا حکم نافذ کردے (جیسا کہ اس وقت عملاً صورتحال یہی ہے) تو یہ تعزیر بالمال قضاءً بہرحال نافذ ہو جائیگی لہذا وہ ضبط شدہ مال بیت المال کی ملکیت میں داخل ہو جائیگا جسے حکومت اپنی صوابدید کے مطابق درست مصارف میں خرچ کرسکتی ہے۔

دار الافتاء
00307

ان تمہیدات کے بعد آپ کے سوالوں کا جواب نمبر وار درج ذیل ہے۔

(۱، ۲، ۳، ۴) ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ان امور میں اس مال کا خرچ کرنا بھی جائز ہے اور ملازمین کو لینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ ضابطہ کی قانونی کاروائی کے بعد ہو جو خیانت اور خرد برد سے پاک ہو

(۳) ایک اسلامی ملک کے جائز قوانین کی پابندی کرواتے ہوئے اگر کوئی شخص ڈاکوؤں یا باغیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید شمار ہوگا

(۵) حکومت کی طرف سے با اختیار مجاز افسران کا ملازمین میں سے کسی کو ضبط شدہ مال محکمہ کے ضابطہ کے مطابق بطور انعام دینا جائز ہے اور اور جس ملازم کو یہ اشیاء ملیں اس کیلئے یہ حلال ہیں

(۶) افسر مجاز کی (ضابطہ کے مطابق) قانونی کاروائی کے بغیر کسی ملازم کا ان اشیاء کو لے لینا شرعاً جائز نہیں، البتہ ضابطہ میں اگر اشیاء کے عارضی استعمال کی اجازت ہو تو ضابطے کی حد تک اسے استعمال کیا جا سکتا ہے

(۷) اس تنخواہ کا لینا جائز ہے اور یہ ملازمت صحیح ہے، البتہ ملازم صرف وہ چیزیں لے سکتا ہے جسکی ضابطہ میں اجازت ہو

(۸) ضبط شدہ جا نماز یا صف پر نماز اسوقت جائز ہے جبکہ قانونی ضابطہ کے مطابق اسے استعمال کرنے کی ملازمین کو اجازت ہو، یہی حکم کھانے پینے کی اشیاء کا ہے

(۹) جو سامان خریدا جاتا ہے اگر وہ حکومت کی اجازت سے قانونی کاروائی کے لیے خریدا گیا ہو تو اسکا استعمال اور اس میں تمام مالکانہ تصرفات جائز ہیں ــــ اور اگر غیر قانونی طور پر حکومت کی قانونی اجازت کے بغیر یہ سامان حاصل کیا گیا ہو تو یہ سامان واپس کرنا ورنہ اسکی رقم حکومت کے متعلقہ محکمہ کے خزانہ میں جمع کرانا ضروری ہے

(۱۰ــ ۱۱ــ ۱۲) جواب ۹ میں ذکر کردہ شرط کے مطابق ان جگہوں میں بھی اس سامان کا استعمال شرعاً جائز ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
دار الافتاء ــ جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۱۸/۱۲/۱۴۱۶ھ

الجواب المجیب اجاد وشفی وکفی جزاہ اللہ احسن الجزاء
المتقبل
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
۲۴/۱/۱۴۱۷ھ

مفتی
دار العلوم کراچی

مفتی
دار العلوم کراچی

دار الافتاء
فتوی نمبر ۹۲/۱۶۷
جامعہ دار العلوم کراچی

0308

العبارات الفقهية

١- في البحر الرائق : وأما الغني فلا يجوز له الإنتفاع بها فإن كان غير الملتقط فظاهر الحديث "فإن لم يجيء صاحبها فليتصدق بها" ، والصدقة إنما تكون على الفقير كالصدقة المفروضة ، وإن كان الملتقط فكذلك وقال الشافعي يجوز لقوله عليه السلام .... ولنا أنه مال الغير فلا يباح الإنتفاع بها إلا برضاه لإطلاق النصوص والإباحة للفقير لما روينا أو بالإجماع فيبقى ما وراءه على الأصل ، والغني محمول على الأخذ لإحتمال افتقاره في مدة التعريف ، والفقير قد يتوانى لإحتمال استغنائه فيها وانتفاع أبي رضي الله عنه كان بإذن الإمام وهو جائز بإذنه كما في الهداية فقد أفاد أن الغني يجوز له الإنتفاع بإذن الإمام لكن على وجه القرض كما قيده به الزيلعي وغيره - (البحر الرائق ج ٥ ص ١٧٠)

٢- وفي الفتاوى الأنقروية : وإن عرف أن اللقطة لذمي لم يتصدق بها وكانت في بيت المال للنوائب تاتارخانية -(الأنقروية ج ١ ص ٢٠١)

٣- وفي إعلاء السنن : وانتفاع أبي رضي الله عنه كان بإذن الإمام وهو جائز بإذنه ، قال المحقق وليس للملتقط أن يتملكها بطريق القرض إلا بإذن الإمام وإن كان فقيرا فله أن يصرفها الى نفسه صدقة لا قرضا كما لو كان الفقير غير الملتقط. (إعلاء ج ١٣ ص ٣٤) وفيه : وأيضا فإن بني هاشم إنما لا تحل لهم الزكاة والعشر وصدقة الفطر ، وأما ما عدا ذلك من الصدقات النافلة فتحل لهم باتفاق أئمتنا رحمهم الله تعالى - واللقطة وإن كان التصدق واجبة فليست من الصدقات الواجبة بل مصارفها مصارف الصدقة النافلة ، حيث جاز أن يتصدق بها على فقير ذمي كما في رد المحتار عن شرح السير ، وإذا كان كذلك فيجوز التصدق بها على هاشمي ، وكذا يجوز للملتقط إذا كان هاشميا أن ينتفع بها بعد انقضاء مدة التعريف ، ودلالة بقية الآثار على وجوب التصدق باللقطة وتخيير المالك بين الأجر والغرامة ظاهرة . وكذا حله إذا كان الملتقط غنيا .
(إعلاء السنن ج ١٣ ص ٢٦)

دار الإفتاء

أقوال في جواز التعزير بالمال وهي تدل على كونه أمرا مجتهدا فيه

١- أثبت جواز التعزير بالمال وقوّاه بالدلائل وردّ على من قال بنسخه، الشيخ الإمام علاء الدين الطرابلسي الحنفي في كتابه المشهور "معين الحكام" (ص ٢١٦، ٢١٧)، وص ٢٤٥، ص ٢١٤، ٢٣١

٢- وقد أثبت جوازه الشيخ الفقيه برهان الدين ابراهيم الحلبي الحالبي العدوي الحنفي في تكملة لسان الحكام لابن الشحنه" المطبوع على هامش معين الحكام (ص ١٩٠)

٣- وقد نقل الشيخ الإمام محمد ابن فرحون المالكي في كتابه المشهور "تبصرة الحكام" عبارة الشيخ ابن تيمية في جواز التعزير بالمال وقوّاها بالدلائل (ص ٢٠٢، ٢٠٣)-

٤- كلام طويل في كتاب "الطرق الحكمية في السياسة الشرعية" لابن قيم الجوزية، وقد أثبت جواز التعزير بالمال ورد على من قال بنسخه (ص ٢٤٥)

٥- كلام طويل في كتاب "الحسبة في الإسلام" لابن تيمية رحمه الله قوّى جواز التعزير بالمال ورد على من قال بنسخه (ص ٩٣)

هذا، وقد ذكر الفقهاء هذه المسئلة في عدة من الكتب وذكروا قول الجواز ولكن رجحوا عدم جوازه عند الجمهور، وإليكم بعض من أسماء تلك الكتب:

٦- رد المحتار للشامي: ج ٤ ص ٦١، و ج ٥ ص ٣٣٤-

٧- الفتاوى التتارخانية: ج ٥ ص ١٤٠-

٨- البحر الرائق لابن نجيم: ج ٥ ص ٤١-

٩- الفتاوى الأنقروية: ج ٢ ص ١٥٧-

١٠- خلاصة الفتاوى: ج ٤ ص ٤٤٤

١١- فتح القدير لابن الهمام: ج ٥ ص ١١٢

١٢- كشف القناع عن متن الإقناع ج ٦ ص ١٢٥

وقد ذكرت هذه المسئلة في الكتب المعاصرة: منها:

١٣- التشريع الجنائي الإسلامي ج ١ ص ٧٠٥

١٤- التعزير في الشريعة الإسلامية للدكتور عبد العزيز عامر

ملحوظة: أما الدلائل التي تدل على عدم جواز التعزير بالمال عند أصحاب المذاهب المتبوعة فقد استوعبها الشيخ المفتي رشيد أحمد - مد الله ظله العالي - في رسالته "تحرير المقال في التعزير بالمال" المشتملة في أحسن الفتاوى الجزء الخامس ممن شاء راجع إليها - والله سبحانه وتعالى هو الموفق للصواب.

دار الإفتاء

دار الافتاء
۹۲/۱۶۷۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

میں ایک ایسے محکمہ میں ملازمت کررہا ہوں جس کی ایک اہم ذمہ داری اسمگلنگ روکنا ہے، یعنی غیر ملکی تیار کردہ اشیاء کو غیر قانونی طور پر اس ملک میں نہ آنے دینا اور ملکی (پاکستانی) تیار کردہ اشیاء کو باہر (غیر ملک) نہ جانے دینا۔ یہ کاغذوں کی حد تک احکامات ہیں، لیکن یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ اسمگلروں کے اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ وہ غیر قانونی طور پر یہی اشیاء اپنی دولت اور اثر رسوخ کی بناء پر درآمد اور برآمد کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور پاکستان میں دوگنی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ لیکن کچھ اسمگلرز ایسے بھی ہیں جن کا سامان پکڑا جاتا ہے، یہی اسمگلرز سامان چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں یا پھر ان کی موجودگی میں یہی سامان ضبط ہو جاتا ہے، بعض اوقات منشیات اونٹوں/گدھوں اور گاڑیوں پر لاتے ہیں، جب ان کا پیچھا کیا جاتا ہے تو وہ سامان/منشیات چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں، اکثر اوقات مقابلہ پر تیار ہو جاتے ہیں، فائرنگ تبادلہ کی صورت میں محکمۂ ہٰذا کے کافی جوان اور آفیسرز شہید ہو چکے ہیں، ضبط شدہ سامان اور گاڑیاں محکمہ ہٰذا اپنی تحویل میں لے لیتا ہے۔ گورنمنٹ کی جانب سے یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ کورٹ (عدالت) میں کیس دائر کرکے ٹیکس خزانۂ سرکار میں جمع کرکے اپنا ضبط شدہ سامان واپس لے سکتے ہیں، اسی طرح کافی لوگ ٹیکس جمع کرواکے سامان لے بھی جاتے ہیں۔ جو لوگ قانونی واپسی کے خواہش مند نہیں ہوتے ہیں ان کا سامان مستقل طور پر ضبط کرکے کچھ تو نیلام کر دیا جاتا ہے اور کچھ سامان محکمۂ ہٰذا کے ملازمین کو بازار سے قدرے رعایت پر بیچ دیا جاتا ہے، اس سے جو آمدنی ہوتی ہے اسے کچھ تو گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع کر دیا جاتا ہے اور کچھ محکمۂ ہٰذا کے فنڈ میں جمع کی جاتی ہے، جو رقم محکمۂ ہٰذا کے فنڈ میں جمع ہوتی ہے وہ ملازمین کی فلاح اور بہبود پر خرچ ہوتی ہے اور کچھ رقم سے محکمۂ ہٰذا کے فرنیچر اور مکانات وغیرہ کی تعمیر ہوتی ہے، کچھ ادویات خریدی جاتی ہیں، کچھ بیماروں پر خرچ ہوتی ہے، کچھ اشیاء ایسی بھی ہوتی ہیں جو محکمۂ ہٰذا کے لنگر میں دی جاتی ہیں مثلاً دودھ، چینی، چائے اور گھی وغیرہ، یہ بھی واضح کردوں کہ یہی غیر ملکی اشیاء حسبِ ضرورت لانے کی اجازت بھی ہے مثلاً ایک دو کمبل وغیرہ، لیکن کچھ لوگوں کی قلیل اشیاء بھی کبھی کبھار ضبط کی جاتی ہیں۔ بعض اوقات جب یہی سامان ضبط کیا جارہا ہوتا ہے تو ملازمین کا افسر چند اشیاء ان ملازمین کو مفت بھی دے دیتا ہے اور کچھ ملازمین بغیر اجازت بھی اشیاء حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ بھی عرض کردوں کہ یہی اشیاء بازار میں سرِعام بک رہی ہوتی ہیں، کوئی بھی اس سامان کو ضبط نہیں کرتا ہے۔

جب یہ سامان ضبط ہوتا ہے تو اسے ایک بڑے سٹور میں جمع کر دیا جاتا ہے، اس محکمہ کا سربراہ اپنے حکم پر ملازمین کو سٹور ڈیوٹی پر معمور کر دیتا ہے اگر کوئی ملازم انکار کرے تو اس کی ملازمت خطرے میں پڑ سکتی ہے اور اسے جیل بھی بھیجا جاسکتا ہے یا اسے جسمانی سزا (قید وغیرہ) بھی دی جاسکتی ہے، جو ملازمین اس سٹور میں کام کرتے ہیں وہ دوسرے ملازمین کی نسبت 9/8 گھنٹے زیادہ ڈیوٹی کرتے ہیں، وہ دورانِ ڈیوٹی اپنے کسی دوست یا عزیز و اقارب سے زیادہ دیر تک ملاقات نہیں کر سکتے ہیں، کبھی تو ملنے بھی نہیں دیا جاتا، کبھی چند منٹوں کے لیے ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے، اس ملازم کو گورنمنٹ مبلغ 300 روپے ماہانہ علاوہ تنخواہ دیتی

ہے، حالانکہ وہ ملازم رات دن کام کرتا رہتا ہے، یہ بھی عرض کردوں کہ اسمگلروں کے علم میں یہ بات بھی ہے کہ وہ ملکی قوانین کی سراسر خلاف ورزی کر رہا ہے۔ ہاں! ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ جو ملازم سٹور ڈیوٹی پر معمور ہوتا ہے اسے جو 300 روپے ماہوار ملتے ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ رقم بھی اسی سامان کی آمدنی سے دی جاتی ہو۔ اب گذارش یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں دے کر مشکور فرمائیں۔

۱۔ ضبط شدہ سامان اور گاڑیاں محکمہ ہٰذا کے ملازمین لے سکتے ہیں جبکہ یہ سامان حکماً دیا جاتا ہو؟

۲۔ جو جوان شہید یا زخمی ہوئے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۳۔ جو رقم اسی فنڈ سے جوانوں کے والدین یا بذاتِ خود علاج پر خرچ کی جاتی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کیا جو ادویات اسی فنڈ سے خریدی جاتی ہیں ان کا استعمال جائز ہے؟

۴۔ جو چیزیں لنگر پر دی جاتی ہیں مثلاً دودھ وغیرہ کیا ان کا کھانا جائز ہے، کیونکہ راشن دینا بذمہ سرکار ہے؟

۵۔ کیا مجاز افسر ملازمین میں یہی ضبط شدہ اشیاء مفت یا بطور انعام دے سکتے ہیں، نیز اس ملازم پر حلال ہے؟

۶۔ کیا ملازم خود بخود ان اشیاء کے استعمال یا اٹھا لینے کا مجاز ہے؟

۷۔ جن افراد کو سٹور ڈیوٹی پر معمور کیا جاتا ہے، کیا وہ لوگ 300 روپے لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہی ملازمین سٹور سے قیمتاً یا بطور صلہ ڈیوٹی مفت لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا ایسے سٹور میں اسلام ملازمت کی اجازت دیتا ہے؟

۸۔ جو ملازم سٹور میں کام کرتے ہیں اپنے حاکم کے حکم یا اجازت سے اشیاء خوردنی میں سے کھا پی سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ کیا ضبط شدہ جائے نماز یا صف پر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۹۔ جو سامان پہلے خریدا جا چکا ہے ان کا استعمال جائز ہے یا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیا حل ہے؟

۱۰۔ اگر ضبط شدہ سامان غرباء اور مساکین کا حق ہے تو کیا کثیر اہل وعیال والے، بیمار ولاچار ملازم سرکار یہ سامان لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟

۱۱۔ اگر یہی سامان ہم بذاتِ خود لینے کے حقدار نہیں ہیں تو کیا ہم یہی سامان کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لیے رعایتاً یا مفت حاصل کر کے مساجد کے لیے وقف کر سکتے ہیں؟ جبکہ ہماری نیت یہ ہو کہ اس سامان کے عوض اصل مالک کو خدا اجر دے؟

۱۲۔ کیا حاکم وقت، اسی مال سے کسی درس القرآن یا صاحبِ درس کی امداد کرے تو کیا یہ امداد وصول کی جاسکتی ہے؟

براہ کرم فوری جواب دے کر ثوابِ دارین حاصل فرمادیں۔ شکریہ

صوبیدار امیر محمد۔ سٹیٹ ویرہاؤس فرنٹیر کور بلوچستان کوئٹہ
نزد نواں کلی کوئٹہ

دار الافتاء

0312

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدا و مصلیا

ان سوالات کے جواب سے قبل چند اصولی باتیں بطورِ تمہید سمجھنی ضروری ہیں، جس کے بعد ان شاءاللہ نمبر وار جواب تحریر کیا جائے گا۔

پہلی بات یہ کہ بیرون ملک سے تجارت اور خرید وفروخت کرنا فی نفسہٖ اسلامی مملکت کے ہر شہری کا حق ہے، لیکن اگر سرکاری مصالح، زرمبادلہ کی اہمیت، بیرونی ممالک کے قوانین یا عام افراد میں سرمایہ کی کمی وغیرہ جیسے امور کی بناء پر اگر حکومت تجارت کو منظّم کرتے ہوئے بطریقِ عدل خاص خاص تاجروں کو درآمد کی اجازت دے کر ان پر ٹیکس عائد کردے تاکہ ان سے حاصل ہونے والا ٹیکس قومی خزانہ کے ذریعے عام شہریوں کی فلاح و بہبود پر خرچ ہو تو اس ٹیکس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور تاجروں کے لیے اس ٹیکس کی ادائیگی بھی شرعاً واجب ہوگی، کیونکہ انہیں درآمد کی خصوصی اجازت دی گئی ہے جب کہ وہ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کا حق تھا، اس لیے ان پر لازم ہوگا کہ عام شہریوں کی فلاح و بہبود کے لیے بطورِ خاص ٹیکس ادا کریں۔ (مگر حکومت پر لازم ہوگا کہ وہ یہ ٹیکس ان حقیقی مصارف میں ہی خرچ کرے جو شریعت اور قانون کے مطابق ہوں۔

دوسری بات یہ کہ اگر اسلامی مملکت عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر کسی امرِ مباح پر وقتی پابندی عائد کردے تو ملک کے باشندوں پر اس کی پابندی شرعاً بھی لازم ہو جاتی ہے اور اس کی خلاف ورزی گناہ اور جرم قرار پاتی ہے اور چونکہ یہ خلاف ورزی جرم اور معصیت ہوگی اس لیے حکومت اپنی صوابدید کے مطابق ایسے شخص کو سزا بھی دے سکتی ہے جس کی تفصیل منسلکہ عربی عبارات میں درج ہے۔

لہٰذا ان باتوں کے پیشِ نظر اگر حکومت درآمدی تجارت کے سلسلہ میں ٹیکس کی ایسی پابندی عائد کرے جو عوام الناس کی مصلحت کے مطابق ہو، اس کی شرح منصفانہ ہو اور اس کا طریقِ کار بھی مناسب ہو تو حکومت کی جانب سے ایسی پابندی عائد کرنا شرعاً جائز ہے اور اس حکم کی پابندی ملک کے ہر باشندہ پر لازم ہے۔ (دیکھیے عبارت نمبر ۱، ۲، ۳)

اس تمہید کے بعد گذارش ہے کہ سوال سے تین صورتیں واضح ہیں:

(۱)۔۔۔ پہلی صورت یہ کہ کسٹم افسران بلاوجہ کسی شخص کی کوئی چیز ضبط کرلیں یا اسے اس بات پر مجبور کردیں کہ وہ چیز چھوڑ کر چلا جائے، جیسا کہ آپ نے سوال میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ’’یہی غیر ملکی اشیاء حسبِ ضرورت لانے کی اجازت بھی ہے مثلاً ایک دو کمبل وغیرہ وغیرہ لیکن کچھ لوگوں کی قلیل اشیاء بھی کبھی کبھار ضبط کرلی جاتی ہیں‘‘ تو ایسی صورت میں بلاوجہ ان قلیل اشیاء کو ضبط کرنا صریح ظلم ہوگا، اس ظلم سے توبہ کرنا اور اصل مالک کو تلاش کرکے اس کی اشیاء اسے واپس پہنچانا شرعاً ضروری ہوگا اور جس شخص کو کسی متعین شئی یا اشیاء کے بارے میں اس صورتِ حال کا یقینی طور سے علم ہو اس کے لیے ان اشیاء کو اصل مالک کی اجازت کے بغیر خریدنا یا استعمال کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔ (دیکھیے عبارت نمبر ۴)

(جاری ہے۔۔۔)

(۲)۔۔۔دوسری صورت یہ کہ اسمگلر اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ جائے اور سامان کا مالک نامعلوم ہو اور کوئی شخص اس سامان کی ملکیت کا دعویٰ بھی نہ کرے تو اس صورت میں لقطہ کا حکم جاری ہوگا، یعنی اس سامان کے مالکوں کو تلاش کیا جائے اگر وہ مل جائیں اور قانونی طور پر ٹیکس دینے کے لیے تیار ہوں تو انہیں ان کا مال قانونی کاروائی کے بعد واپس کر دیا جائے۔ اور اگر اس سامان کے مالک اپنا مال لینے کے لیے نہ آئیں اور ان سے رابطہ بھی ممکن نہ ہو اور اعلان کے باوجود اتنی معتدبہ مدّت بھی گذر جائے کہ ظن غالب کے مطابق مالک کی واپسی اب بظاہر ممکن نہ ہو تو یہ سامان لقطہ ہے اور چونکہ یہ لقطہ حکومت کے قبضہ میں ہے اس لیے یہ اشیاء بیچ کر اس کی رقم لاوارث اور محتاج فقراء اور مساکین پر صرف کی جائے کیونکہ لقطہ کے اصل مستحق یہی مذکورہ افراد ہیں۔

لیکن اگر حکومت ان اشیاء کو فروخت کر کے ان کی رقم سرکاری خزانہ میں جمع کر دے اور مصالح مسلمین پر صرف کر دے یا یہ اشیاء قانون کے مطابق اپنے کسی ملازم کو مالکانہ طور پر بطورِ انعام دیدے یا ان اشیاء کو فروخت کر کے ان کی رقم قانون کے مطابق ملازمین میں تقسیم کر دے تو بھی شرعاً ان ملازمین کے لیے یہ اشیاء لینا یا ان کی رقم کا لینا جائز ہوگا، ان ملازمین کے لیے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور انہیں یہ اشیاء استعمال کرنے اور آگے فروخت کرنے کی بھی شرعاً اجازت ہوگی۔

اس کی فقہی وجہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اگرچہ لقطہ کا تصدق واجب ہے مگر یہ صدقاتِ واجبہ میں سے نہیں بلکہ صدقاتِ نافلہ میں سے ہے جن کے مصارف میں عموم ہے، لہٰذا حکمِ حاکم کی وجہ سے غنی کے لیے بھی اس کا استعمال جائز ہو جائے گا، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو لقطہ کا استعمال (مدتِ تعریف گذرنے کے بعد) غنی کے لیے بلا اذن حاکم بھی جائز ہے۔ (دیکھیے عبارت نمبر ۵تا۹)

(۳)۔۔۔تیسری صورت یہ کہ حکومت کا عملہ اس غیر قانونی سامان کو ایئرپورٹ، بندرگاہ وغیرہ سے مالک کی موجودگی میں قانون کے مطابق ضبط کر لے یا تو اس بناء پر کہ حکومت نے اس سامان کے ملک میں لانے پر پابندی لگا رکھی تھی یا اس بناء پر کہ مالک حکومت کا تجویز کردہ ٹیکس ادا کرنے پر راضی نہیں تھا۔ ان دونوں صورتوں میں حکومت کا یہ مال ضبط کرنا ''تعزیر بالمال'' میں داخل ہوگا جو اصل مذہبِ حنفی کے مطابق جائز نہیں، لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت، بعض فقہاء حنفیہ اور فقہاء مالکیہ کی آراء اور امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمہم اللہ کے مذہب کے مطابق اس کی گنجائش ہے (دیکھیے عبارت نمبر ۱۰تا۳۴)، جس سے اس مسئلہ کا فی الجملہ مجتہد فیہ ہونا واضح ہے، اور اگر کوئی قاضیٔ شرع اسلامی مملکت کی مصلحت کے مطابق امرِ مجتہد فیہ میں خلافِ مذہب فیصلہ کر دے تو وہ چونکہ قضاءً نافذ ہو جاتا ہے (دیکھیے عبارت نمبر ۳۵ اور ۳۶)، اس لیے یہاں بھی اگر حکومت واقعی انتظامی مصلحت کے پیشِ نظر تعزیر بالمال کا حکم نافذ کر دے (جب کہ اس وقت عملاً صورتِ حال یہی ہے) تو یہ تعزیر بالمال قضاءً بہر حال نافذ ہو جائے گی اور وہ ضبط شدہ مال بیت المال کی ملکیت میں داخل ہو جائے گا جسے حکومت اپنی صوابدید کے مطابق درست مصارف میں خرچ کر سکتی ہے۔

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

0314

ان تمہیدات کے بعد اب آپ کے سوالوں کا جواب نمبر وار درجِ ذیل ہے:

(۱،۳،۴)۔۔۔ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ان امور میں ان اموال کا خرچ کرنا بھی جائز ہے اور ملازمین کو لینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ ضابطہ کی قانونی کاروائی کے بعد ہو جو خیانت اور خرد برد سے پاک ہو۔

(۲)۔۔۔ایک اسلامی ملک کے جائز قوانین کی پابندی کرواتے ہوئے اگر کوئی شخص ڈاکوؤں یا باغیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید شمار ہوگا۔ (دیکھیے عبارت نمبر ۳۷ اور ۳۸)

(۵)۔۔۔حکومت کی طرف سے بااختیار مجاز افسران کا ملازمین میں سے کسی کو ضبط شدہ مال محکمہ کے ضابطہ کے مطابق بطور انعام دینا جائز ہے اور جس ملازم کو یہ اشیاء ملیں اس کے لئے یہ حلال ہیں۔

(۶)۔۔۔افسر مجاز کی (ضابطہ کے مطابق) قانونی کاروائی کے بغیر کسی ملازم کا ان اشیاء کو لے لینا شرعاً جائز نہیں (یہ چوری اور غصب میں داخل ہے)، البتہ ضابطہ میں اگر اشیاء کے عارضی استعمال کی اجازت ہو تو ضابطہ کی حد تک اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(۷)۔۔۔اس تنخواہ کا لینا جائز ہے اور یہ ملازمت صحیح ہے، البتہ ملازم صرف وہ چیز لے سکتا ہے جس کی ضابطہ میں اجازت ہو۔

(۸)۔۔۔ضبط شدہ جائے نماز یا صف پر نماز اس وقت جائز ہے جب کہ قانونی ضابطہ کے مطابق اسے استعمال کرنے کی ملازمین کو اجازت ہو، یہی حکم کھانے پینے کی اشیاء کا ہے۔

(۹)۔۔۔جو سامان خریدا جاچکا ہے اگر وہ حکومت کی اجازت سے قانونی کاروائی کے بعد خریدا گیا ہو تو اس کا استعمال اور اس میں تمام مالکانہ تصرفات جائز ہیں۔ اور اگر غیر قانونی طور پر حکومت کی قانونی اجازت کے بغیر یہ سامان حاصل کیا گیا ہو تو یہ سامان واپس کرنا ورنہ اس کی رقم حکومت کے متعلقہ محکمہ کے خزانہ میں جمع کرانا ضروری ہے۔

(۱۰،۱۱،۱۲)۔۔۔جواب نمبر (۹) میں ذکر کردہ شرط کے مطابق ان جگہوں میں بھی اس سامان کا استعمال شرعاً جائز ہوگا۔

اصاب المجیب وافاد وشفیٰ وکفیٰ، جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۷/۱/۲۶ھ

دار الافتاء
۹۲/۱۶۷۴

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
دار الافتاء۔ جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۱۴۱۶/۱۲/۱۸ھ

العبارات الفقهية---

00315

حكم الجعل ما يضربه السلطان علي الرعية و طاعته

1...الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (2 / 336)

وقال أبو جعفر البلخي ما يضربه السلطان على الرعية مصلحة لهم يصير دينا واجبا وحقا مستحقا كالخراج، وقال مشايخنا وكل ما يضربه الإمام. عليهم لمصلحة لهم فالجواب هكذا حتى أجرة الحراسين لحفظ الطريق واللصوص ونصب الدروب وأبواب السكك وهذا يعرف ولا يعرف خوف الفتنة ثم قال: فعلى هذا ما يؤخذ في خوارزم من العامة لإصلاح مسناة الجيحون أو الربض ونحوه من مصالح العامة دين واجب لا يجوز الامتناع عنه، وليس بظلم ولكن يعلم هذا الجواب للعمل به وكف اللسان عن السلطان وسعاته فيه لا للتشهير حتى لا يتجاسروا في الزيادة على القدر المستحق اهـ.

قلت: وينبغي تقييد ذلك بما إذا لم يوجد في بيت المال ما يكفي لذلك لما سيأتي في الجهاد من أنه يكره الجعل إن وجد فيء

2...بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية – (7 / 99)

وإذا أمر عليهم يكلفهم طاعة الأمير فيما يأمرهم به، وينهاهم عنه؛ لقول الله – تبارك وتعالى – {يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم} [النساء: 59] وقال – عليه الصلاة والسلام –: «اسمعوا وأطيعوا، ولو أمر عليكم عبد حبشي أجدع ما حكم فيكم بكتاب الله – تعالى» ولأنه نائب الإمام، وطاعة الإمام لازمة كذا طاعته؛ لأنها طاعة الإمام، إلا أن يأمرهم بمعصية فلا تجوز طاعتهم إياه فيها؛ لقوله – عليه الصلاة والسلام –: «لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق» ولو أمرهم بشيء لا يدرون أينتفعون به أم لا، فينبغي لهم أن يطيعوه فيه إذا لم يعلموا كونه معصية؛ لأن اتباع الإمام في محل الاجتهاد واجب، كاتباع القضاة في مواضع الاجتهاد والله تعالى – عز شأنه – أعلم.

3...تكملة حاشية رد المحتار – (1 / 16)

وفي شرح الجواهر: تجب إطاعته فيما أباحه الشرع، وهو ما يعود نفعه على العامة وقد نصوا في الجهاد على امتثال أمره في غير معصية.

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

لايجوز لاحدٍ أخذ مال لاخر ظلما

4...مشكاة المصابيح – (2 / 165)

وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " ألا تظلموا ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .

دار الافتاء

حكم اللقطة عند الاحناف والشوافع

5...البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (5 / 170)

وأما الغني فلا يجوز له الانتفاع بها فإن كان غير الملتقط فظاهر للحديث فإن لم يجئ صاحبها فليتصدق بها والصدقة إنما تكون على الفقير كالصدقة المفروضة وإن كان الملتقط فكذلك وقال الشافعي يجوز لقوله – عليه السلام – في حديث أبي – رضي الله عنه – «فإن جاء صاحبها فادفعها إليه وإلا فانتفع بها» وكان من الأغنياء ولأنه إنما يباح للفقير حملا له على رفعها صيانة لها والغني يشاركه فيه ولنا أنه مال الغير فلا يباح الانتفاع به إلا برضاه لإطلاق النصوص والإباحة للفقير لما روينا أو بالإجماع فبقي ما وراءه على الأصل والغنى محمول على الأخذ لاحتمال افتقاره في مدة التعريف والفقير قد يتوانى لاحتمال استغنائه فيها وانتفاع أبي – رضي الله عنه – كان بإذن الإمام وهو جائز بإذنه كما في الهداية فقد أفاد أن الغني يجوز له الانتفاع بإذن الإمام لكن على وجه القرض كما قيده به الزيلعي وغيره.

6...الفتاوىٰ الانقروية –(1 / 201)

وان عرف ان اللقطة لذمي لم يتصدق بهاوكانت في بيت المال للنوائب،تتارخانية

7...اعلاء السنن –(13/ 26)

وانتفاع ابي رضي الله عنه كان باذن الامام وهو جائز باذنه،قال المحقق وليس للملتقط ان يتملكها بطريق القرض الا باذن الامام وان كان فقيرا فله ان يصرفها الي نفسه صدقة لا قرضا كما لو كان الفقير غير الملتقط

8...وفيه ايضا–(13/ 29)

وايضا فان بني هاشم انما لاتحل لهم الزكاةوالعشر وصدقة الفطر،واما ما عدا ذلك من الصدقات النافلة يتحل لهم باتفاق ائمتنا رحمهم الله تعالي،واللقطة وان كانت واجبة التصدق فليست من الصدقات الواجبةبل مصارفها مصارف الصدقات النافلة حيث جاز ان يتصدق علي فقير ذمي كما في رد المحتار عن شرح السير،واذا كان كذالك فيجوز التصدق بها علي هاشمي ،وكذا يجوز للملتقط اذاكان هاشميا

(جاری ہے۔۔۔)

ان ينتفع بها بعد انقضاء مدة التعريف ،ودلالة بقية الاثارعلي وجوب التصدق باللقطة وتخيير المالك بين الاجر والغرامة ظاهرة ولحمله اذا كان الملتقط غنيا

9...الأم – (4 / 69)

(قال الربيع) سألت الشافعي رحمه الله عمن وجد لقطة قال يعرفها سنة ثم يأكلها إن شاء موسرا كان أو معسرا فإذا جاء صاحبها ضمنها له فقلت له وما الحجة في ذلك فقال السنة الثابتة وروى هذا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أبي بن كعب وأمره النبي صلى الله عليه وسلم بأكلها وأبي من مياسير الناس يومئذ وقبل بعد (((وبعد))) (أخبرنا) مالك عن ربيعة بن أبي عبد الرحمن عن يزيد مولى المنبعث عن زيد بن خالد الجهني أنه قال جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فسأله عن اللقطة فقال أعرف عفاصها ووكاءها ثم عرفها سنة فإن جاء صاحبها وإلا فشأنك بها (أخبرنا) مالك عن أيوب بن موسى عن معاوية بن عبد الله بن بدر أن أباه أخبره أنه نزل منزل قوم بطريق الشام فوجد صرة فيها ثمانون دينارا فذكر ذلك لعمر بن الخطاب فقال له عمر عرفها على أبواب المساجد واذكرها لمن يقدم من الشام سنة فإذا مضت السنة فشأنك بها (قال الشافعي) فرويتم عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم عن عمر أنه أباح بعد سنة أكل اللقطة ثم خالفتم ذلك فقلتم يكره أكل اللقطة للغني والمسكين

<u>اقوال في جواز التعزير بالمال وهي تدل علي كونه امرا مجتهدا فيه</u>

10...معين الحكام –لعلاء الدين الطرابلسي– (2 / 447)

ومنها : أمره عليه الصلاة والسلام بكسر دنان الخمر وشق ظروفها . صلى الله عليه وسلم يوم خيبر بكسر القدور التي طبخ فيها لحم الحمر الأهلية ثم استأذنوه في غسلها فأذن لهم } ، فدل على جواز الأمرين ؛ لأن العقوبة بالكسر لم تكن واجبة . ومنها : تحريق عمر المكان الذي يباع فيه الخمر .

ومنها تحريق عمر قصر سعد بن أبي وقاص لما احتجب فيه عن الرعية وصار يحكم في داره . ومنها : مصادرة عمر عماله بأخذ شطر أموالهم فقسمها بينهم وبين المسلمين . ومنها : أنه ضرب الذي زور على نقش خاتمه : وأخذ شيئا من بيت المال مائة ، ثم ضربه في اليوم الثاني مائة ، ثم ضربه في اليوم الثالث مائة ، وبه أخذ مالك ؛ لأن مذهبه التعزير يزاد على الحد . ومنها : أن عمر رضي الله عنه لما وجد مع السائل من الطعام فوق كفايته وهو يسأل ، أخذ ما معه وأطعمه إبل الصدقة وغير ذلك مما يكثر تعداده . وهذه قضايا صحيحة معروفة .

قال ابن قيم الجوزية : وأكثر هذه المسائل سائغة في مذهب أحمد .

دار الافتاء

(جاری ہے---)

11...معين الحكام –لعلاء الدين الطرابلسي – (2 / 449)

(مسألة) : يجوز التعزير بأخذ المال وهو مذهب أبي يوسف وبه قال مالك ، ومن قال : إن العقوبة المالية منسوخة فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا وليس بسهل دعوى نسخها .

وفعل الخلفاء الراشدين وأكابر الصحابة لها بعد موته صلى الله عليه وسلم مبطل لدعوى نسخها ، والمدعون للنسخ ليس معهم سنة ولا إجماع يصحح دعواهم إلا أن يقول أحدهم : مذهب أصحابنا لا يجوز ، فمذهب أصحابه عنده عياء على القبول والرد .

12...لسان الحكام – لابن الشحنة – (1 / 401)

قال المصنف رحمه الله سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي الولي جاز ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال

13...تبصرة الحكام – لابن فرحون المالكي– (5 / 272)

قال ابن القيم الجوزية وأكثر هذه المسائل شائعة في مذهب أحمد رضي الله عنه وبعضها شائع في مذهب مالك رضي الله عنه ومن قال : إن العقوبة المالية منسوخة فقد غلط مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا ، وليس يسهل دعوى نسخها وفعل الخلفاء الراشدين وأكابر الصحابة لها بعد موته صلى الله عليه وسلم مبطل لدعوى نسخها ، والمدعون للنسخ ليس معهم كتاب ولا سنة ولا إجماع بصحيح دعواهم ، إلا أن يقول أحدهم مذهب أصحابنا لا يجوز ، فمذهب أصحابه عنده عيار على القبول والرد ، انتهى .

والتعزير بالمال : قال به المالكية فيه ، ولهم تفصيل ذكرت منه في كتاب الحسبة طرفا ،

14...الطرق الحكمية–لابن قيم الجوزية–مطبعة المدني – (1 / 386)

وأما التعزير بالعقوبات المالية فمشروع أيضا في مواضع مخصوصة في مذهب مالك وأحد قولي الشافعي وقد جاءت السنة عن رسول الله صلى الله عليه و سلم وعن أصحابه بذلك في مواضع

منها إباحته صلى الله عليه و سلم سلب الذي يصطاد في حرم المدينة لمن وجده ومثل أمره صلى الله عليه و سلم بكسر دنان الخمر وشق ظروفها . ومثل أمره لعبد الله بإن عمر أن يحرق الثوبين المعصفرين. ومثل أمره صلى الله عليه و سلم يوم خيبر بكسر القدور التي طبخ فيها لحم الحمر الأنسية ثم استأذنوه في غسلها فأذن لهم فدل ذلك على جواز الأمرين لأن العقوبة لم تكن واجبة بالكسرومثل هدمه مسجد الضرار . ومثل تحريق متاع الغال.ومثل حرمان السلب الذي اساء

(جاری ہے۔۔۔)

على نائبه.ومثل إضعاف الغرم على سارق مالا قطع فيه من الثمر والكثر .ومثل إضعافه الغرم على كاتم الضالة ومثل أخذه شطر مال مانع الزكاة عزمة من عزمات الرب تبارك وتعالى.ومثل أمره لابس خاتم الذهب بطرحه فلم يعرض له أحد .ومثل تحريق موسى عليه السلام العجل وإلقاء برادته في اليم .ومثل قطع نخيل اليهود إغاظة لهم.ومثل تحريق عمر وعلي رضي الله عنهما المكان الذي يباع فيه الخمر .ومثل تحريق عمر قصر سعد بن أبي وقاص لما احتجب فيه عن الرعية .وهذه قضايا صحيحة معروفة وليس يسهل دعوى نسخها .ومن قال إن العقوبات المالية منسوخة وأطلق ذلك فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا فأكثر هذه المسائل سائغ في مذهب أحمدوغيره وكثير منها سائغ عند مالك وفعل الخلفاء الراشدين وأكابر الصحابة لها بعد موته صلى الله عليه و سلم مبطل أيضا لدعوى نسخها والمدعون للنسخ ليس معهم كتاب ولا سنة ولا إجماع يصحح دعواهم إلا أن يقول أحدهم مذهب أصحابنا عدم جوازها فمذهب أصحابه عيار على القبول والرد وإذا ارتفع عن هذه الطبقة ادعى أنها منسوخة بالإجماع وهذا غلط أيضا فإن الأمة لم تجمع على نسخها ومحال أن ينسخ الإجماع السنة ولكن لو ثبت الإجماع لكان دليلا على نص ناسخ.....وكلامه جارٍ

15...الحسبة لابن تيمية – (1 / 73)

و ((التعزير بالعقوبات المالية)) مشروع أيضًا في مواضع مخصوصة في مذهب مالك في المشهور عنه ، ومذهب أحمد في مواضع بلا نزاع عنه ، وفي مواضع فيها نزاع عنه ، والشافعي في قول ، وإن تنازعوا في تفصيل ذلك — ثم بعد ذكر الدلائل عن الجواز قال — ومن قال : إن العقوبات المالية منسوخة وأطلق ذلك عن أصحاب مالك وأحمد فقد غلط على مذهبهما ، ومن قاله مطلقًا من أي مذهب كان : فقد قال قولًا بلا دليل ، ولم يجئ عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء قط يقتضي أنه حرم جميع العقوبات المالية ، بل أخذ الخلفاء الراشدين وأكابر أصحابه بذلك بعد موته دليل على أن ذلك محكم غير منسوخ .

دار الافتاء جامعة دار العلوم كراچی

(جاری ہے۔۔۔)

<u>اقوال الفقهاء الذين ذكروا قول الجواز ولكن رجحوا عدم جوازه عند الجمهور</u>

16...حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (4 / 61)

مطلب في التعزير بأخذ المال (قوله لا بأخذ مال في المذهب) قال في الفتح: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال. وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز. اهـ. ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف. قال في الشرنبلالية: ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه اهـ ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان (قوله وفيه إلخ) أي في البحر، حيث قال: وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. وفي المجتبى لم يذكر كيفية الأخذ وأرى أن يأخذها فيمسكها، فإن أيس من توبته يصرفها إلى ما يرى. وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ. اهـ. والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال، وسيذكر الشارح في الكفالة عن الطرسوسي أن مصادرة السلطان لأرباب الأموال لا تجوز إلا لعمال بيت المال: أي إذا كان يردها لبيت المال

دار الافتاء

17...حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (5 / 334)

[فائدة مصادرة السلطان لأرباب الأموال]

(قوله: إلا لعمال بيت المال) أي إذا كان يرده لبيت المال أو على أربابه إن علموا كما ذكره في آخر العبارة.

(قوله: رواه الحاكم وغيره) أخرج في الدر المنثور في سورة يوسف في قوله تعالى {اجعلني على خزائن الأرض} [يوسف: 55] ، قال أخرج ابن أبي حاتم والحاكم عن أبي هريرة قال: استعملني عمر على البحرين ثم نزعني وغرمني اثني عشر ألفا ثم دعاني بعد إلى العمل فأبيت، فقال لم، وقد سأل يوسف العمل وكان خيرا منك، فقلت: إن يوسف – عليه السلام – نبي ابن نبي ابن نبي ابن نبي وأنا ابن أمية وأخاف أن أقول بغير علم وأفتي بغير علم أن يضرب ظهري ويشتم عرضي ويؤخذ مالي اهـ بحر.

قلت: ولعل مذهبه أن هدية العمال جائزة، بخلاف مذهب عمر، فلذا غرمه

18...الفتاوي التتارخانية–(5/98)

ولم يذكر محمد التعزير بأخذ المال وقد قيل روي عن أبي يوسف أن التعزير من السلطان بأخذ المال جائز كذا في الظهيرية وفي الخلاصة سمعت عن ثقة أن التعزير

(جاری ہے---)

بأخذ المال إن رأى القاضي ذلك أو الوالي جاز ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال اه

19...البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (5 / 44)

ولم يذكر محمد التعزير بأخذ المال وقد قيل روي عن أبي يوسف أن التعزير من السلطان بأخذ المال جائز كذا في الظهيرية وفي الخلاصة سمعت عن ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي ذلك أو الوالي جاز ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال اه.

وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي وفي المجتبى لم يذكر كيفية الأخذ وأرى أن يأخذها فيمسكها فإن أيس من توبته يصرفها إلى ما يرى وفي شرح الآثار التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ. اه.

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال، وأما التعزير بالشتم فلم أره إلا في المجتبى قال وفي شرح أبي اليسر التعزير بالشتم مشروع ولكن بعد أن لا يكون قاذفا

20...الفتاوي الانقروية–(157/1)

والتعزير باخذ المال ان رأي المصلحة فيه جاز قال خاتمة المجتهدين مولانا ركن الدين الوانجاني الخوارزمي معناه ان يأخذه ويودعه فان تاب يرده عليه كما عرف في خيول البغاةوسلاحهم وصوبه الامام ظهير الدين و التمرتاشي الخوارزمي ومن جملته من لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره باخذ المال–والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال

21...خلاصة الفتاوى – (4 / 444)

قال المصنف رحمه الله سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي أو الولي جاز ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال

22...فتح القدير للمحقق ابن الهمام الحنفي – (12 / 156)

وعن أبي يوسف : يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال ، وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لا يجوز . وما في الخلاصة سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي ذلك ، أو الوالي جاز ، ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلك من المشايخ كقول أبي يوسف .

23...كشاف القناع عن متن الإقناع –للبهوتي – (1 / 2)

(ولا جرحه ولا أخذ شيء من ماله) لأن الشرع لم يرد بشيء من ذلك عن أحد يقتدى به ولأن الواجب أدب والأدب لا يكون بالإتلاف

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

24...التشريع الجنائي الاسلامي-(705/1)

عقوبة الغرامة: من المسلم به أن الشريعة عاقبت على بعض الجرائم التعزيرية بعقوبة الغرامة, من ذلك أنها تعاقب على سرقة الثمر المعلق بغرامة تساوي ثمن ما سرق مرتين فوق العقوبة التي تلائم السرقة, وذلك قول الرسول – صلى الله عليه وسلم –: "ومن خرج بشئ فعليه غرامة مثليه والعقوبة", ومن ذلك عقوبة كاتم الضالة فإن عليه غرامتها ومثلها معها, ومن ذلك تعزير مانع الزكاة بأخذ شطر ماله.

ولكن الفقهاء بالرغم من هذا اختلفوا فيما إذا كان من الجائز جعل الغرامة عقوبة عامة يمكن الحكم بها في كل جريمة، فرأى البعض أن الغرامة المالية يصح أن تكون عقوبة تعزيرية عامة, ورأى البعض أنه لا يصح أن تكون الغرامة عقوبة عامة.

والذين يعترضون على الغرامة المالية يحتجون بأنها كانت مقررة على عهد الرسول ونسخت, وأنها غير صالحة كوسيلة من وسائل محاربة الإجرام, وأنه يخشى أن يكون في إباحة الغرامة المالية ما يغري الحكام الظلمة بمصادرة أموال الناس بالباطل.

وتشدد بعض من أجازوا الغرامة عقوبة عامة, فاشترطوا أن تكون الغرامة عقوبة تهديدية بحيث يحصل المال ويحبس المحكوم عليه حتى ينصلح حاله, فإن صلح حاله رد إليه ماله, وإن لم ينصلح حاله أنفق المال على جهة من جهات البر.

ويمكن أن يؤيد الرأي المعارض في الغرامة المالية بأن جعل الغرامة عقوبة أساسية يؤدي إلى تمييز الأغنياء على الفقراء؛ لأن الغني يستطيع أن يدفع دائماً أما الفقير فلا يستطيع ذلك, ومن ثم فلا يمكن أن يعاقب بالغرامة وهي أخف بكثير من بعض العقوبات الأخرى....وكلامه جارٍ

دار الافتاء

25...التعزير في الشريعة الاسلامية-للدكتور عبدالعزيز عامر-(332)

اختلف الفقهاءفي مشروعية التعزير باخذ المال،فمنهم من يراه مشروعا ومنهم من يمنعه،والاصل في مذهب ابي حنيفة ان التعزير باخذ المال غير جائز،فابو حنيفة ومحمد لايجيزانه،بل لم يذكر محمد في كتاب من كتبه.

امابو يوسف فقد روي عنه ان الزجروالتعزير باخذ المال من الجاني جائز،ان رؤيت في ذلك مصلحة وقد ورد في بعض كتب الفقه ان التعزير باخذ المام جائز دون ذكر ان ذلك قول ابي يوسف.ولعل هذه الروايةمم يعزز مذهب ابي يوسف.

ومثل من يقول بهذا النوع من التعزير بجواز تعزير من لايحضر الجماعة باخذ المال منه ،وكذلك من يجلس في مجلس الشرب دون ان يشرب.

وعن الشافعي:التعزير بالعقوبات المالية مشروع في قول ولو ان هناك نزاع في تفصيل ذلك.

(جاری ہے---)

وهـو كـذلك في مـذهب مالـك في المشـهور عنـه،وفي مواضـع مخصوصـة في هـذا المذهب،اذ يعزر بها في جرائم معينة.

وهو في مذهب احمد مشروع باتفاق في مواضع و باختلاف في مواضع اخري

26...الفقه الإسلامي وأدلته – (7 / 518)

التعزير بالمال: لا يجوز التعزير بأخذ المال في الراجح عند الأئمة (2) لما فيه م تسليط الظلمة على أخذ مال الناس، فيأكلونه. وأثبت ابن تيمية وتلميذه ابن القيم أن التعزير بالعقوبات المالية مشروع في مواضع مخصوصة في مذهب مالك في المشهور عنه، ومذهب أحمد وأحد قولي الشافعي، كما دلت عليه سنة رسول الله صلّى الله عليه وسلم مثل أمره بمضاعفة غرم ما لا قطع فيه من الثمر المعلّق والكثَر (جمّار النخل)، وأخذه شطر مال مانع الزكاة، عزمة مات الرب تبارك وتعالى، ومثل تحريق عمر وعلي رضي الله عنهما المكان الذي يباع فيه الخمر، ونحوه كثير. ومن قال كالنووي وغيره: إن العقوبات المالية منسوخة، وأطلق ذلك، فقد غلط في نقل مذاهبالأئمة والاستدلال عليها.

معنى التعزير بأخذ المال :

روي عن أبي يوسف: أنه يجوز للسلطان التعزير بأخذ المال. ومعنى التعزير بأخذ المال على القول عند من يجيزه: هو إمساك شيء من مال الجاني عنه مدة، لينزجر عما اقترفه، ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه، أو لبيت المال، كما يتوهم الظلمة؛ إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي.

قال ابن عابدين: وأرى أن يأخذ الحاكم مال الجاني، فيمسكه عنده، فإن أيس من توبته، يصرفه إلى ما يرى من المصلحة.

وأما مصادرة السلطان لأرباب الأموال فلا تجوز إلا لعمال بيت المال، على أن يردها لبيت المال (2) . وصادر عمر طعاماً من سائل وجده أكثر من كفايته، وتصادر الأموال من كسب غير مشروع.

دار الافتاء

اقوال في عدم جواز التعزير بالمال عند اصحاب المذاهب المتبوعة

27...معالم السنن لأبي سليمان الخطابي – (2 / 42)

وقال الشافعي لا يحرق رحله ولا يعاقب الرجل في ماله إنما يعاقب في بدنه جعل الله الحدود على الأبدان لا على الأموال ، وإلى هذا ذهب مالك ولا أراه إلاّ قول أصحاب الرأي ،

28...البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (5 / 44)

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال

(جاری ہے۔۔۔)

29...معالم السنن لأبي سليمان الخطابي – (2 / 42)

وقال الشافعي لا يحرق رحله ولا يعاقب الرجل في ماله إنما يعاقب في بدنه جعل الله الحدود على الأبدان لا على الأموال ، وإلى هذا ذهب مالك ولا أراه إلاّ قول أصحاب الرأي ،

30...حاشية الدسوقي – (4 / 355)

ولا يجوز التعزير بأخذ المال إجماعا وما روي عن الإمام أبي يوسف صاحب أبي حنيفة من أنه جوز للسلطان التعزير بأخذ المال فمعناه كما قال البزازي من أئمة الحنفية أن يمسك المال عنده مدة لينزجر (((لينزجر))) ثم يعيده إليه لا أنه يأخذه لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز أخذ مال مسلم بغير سبب شرعي أي كشراء أو هبة

ملحوظة:الدلائل التي تدل علي عدم جواز التعزير بالمال عند اصحاب مذاهب المتبوعةفقد استوعبها الشيخ المفتي رشيد احمد(رحمه الله تعالي) في رسالته المسماة بـــ "تحرير المقال في التعزير بالمال"،فبعض منها ما مر،وبعض منها ما يلي،ولمزيد من التفصيل راجع اليها(542/5)

31...الفتاوى الهندية – (2 / 167)

عند أبي يوسف – رحمه الله تعالى – يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لا يجوز كذا في فتح القدير. ومعنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي كذا في البحر الرائق.

32...حاشية الصاوي على الشرح الصغير – (10 / 363)

وأما التعزير بأخذ المال فلا يجوز إجماعا ، وما روي عن الإمام أبي يوسف صاحب أبي حنيفة من جواز التعزير للسلطان بأخذ المال فمعناه كما قال البرادعي من أئمة الحنفية أن يمسك المال عنده مدة لينزجر ثم يعيده إليه لا أنه يأخذ لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة ، إذ لا يجوز أخذ مال مسلم بغير سبب شرعي وفي نظم العمليات : ولم تجز عقوبة بالمال أو فيه عن قول من الأقوال

33...حواشي الشرواني والعبادي – (9 / 179)

ولا يجوز على الجديد بأخذ المال انتهى

دار الافتاء جامعة دار العلوم كراچی

(جاری ہے۔۔۔)

34...المغني – ابن قدامة – (10 / 324)

فصل : والتعزير يكون بالضرب والحبس والتوبيخ ؟ ولا يجوز قطع شيء منه ولا جرحه ولا أخذ ماله لأن الشرع لم يرد بشيء من ذلك عن أحد يقتدى به ولأن الواجب أدب والتأديب لا يكون بالاتلاف

حكم قضاء القاضي بغير مذهبه

35...بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية – (7 / 14)

وأما بيان ما ينفذ من القضايا، وما ينقض منها إذا رفع إلى قاض آخر فنقول – وبالله التوفيق: قضاء القاضي الأول لا يخلو إما أن وقع في فصل فيه نص مفسر من الكتاب العزيز، والسنة المتواترة، والإجماع، وإما أن وقع في فصل مجتهد فيه من ظواهر النصوص والقياس، فإن وقع في فصل فيه نص مفسر من الكتاب، أو الخبر المتواتر، أو الإجماع، فإن وافق قضاؤه ذلك نفذ ولا يحل له النقض؛ لأنه وقع صحيحا قطعا، وإن خالف شيئا من ذلك يرده؛ لأنه وقع باطلا قطعا.

وإن وقع في فصل مجتهد فيه فلا يخلو إما أن كان مجمعا على كونه مجتهدا فيه، وإما أن كان مختلفا في كونه مجتهدا فيه، فإن كان ذلك مجمعا على كونه محل الاجتهاد، فإما أن كان المجتهد فيه هو المقضي به، وإما أن كان نفس القضاء، فإن كان المجتهد فيه هو المقضي به، فرفع قضاؤه إلى قاض آخر؛ لم يرده الثاني، بل ينفذه؛ لكونه قضاء مجمعا على صحته؛ لما علم أن الناس على اختلافهم في المسألة اتفقوا على أن للقاضي أن يقضي بأي الأقوال الذي مال إليه اجتهاده، فكان قضاؤه مجمعا على صحته، فلو نقضه إنما ينقضه بقوله.

وفي صحته اختلاف بين الناس فلا يجوز نقض ما صح بالاتفاق بقول مختلف في صحته؛ ولأنه ليس مع الثاني دليل قطعي بل اجتهادي، وصحة قضاء القاضي الأول ثبت بدليل قطعي، وهو إجماعهم على جواز القضاء بأي وجه اتضح له، فلا يجوز نقض ما مضى بدليل قاطع بما فيه شبهة؛ ولأن الضرورة توجب القول بلزوم القضاء المبني على الاجتهاد، وأن لا يجوز نقضه؛ لأنه لو جاز نقضه يرفعه إلى قاض آخر يرى خلاف رأي الأول فينقضه، ثم يرفعه المدعي إلى قاض آخر يرى خلاف رأي القاضي الثاني فينقض نقضه، ويقضي كما قضى الأول فيؤدي إلى أن لا تندفع الخصومة والمنازعة أبدا، والمنازعة سبب الفساد، وما أدى إلى الفساد فساد.

(جاری ہے---)

36...اصول الافتاء و أدابه –(220)

اذا ولي الامام قاضيا ولم يقيده مذهب بعينه،وكان القاضي مجتهدا،فقضي بما خالف مذهب غيره،نفذ قضاءه ما دامت المسألة مجتهدا فيها،فلو سئل المفتي اجاب بنفاذ قضاءه،ولو كان القضاء خلاف مذهبه ،فهي الصورة الثالثة من الصور التي يفتي فيها المفتي بغير مذهبه،وذلك لما اتفق عليه الفقهاء من ان الحكم الحاكم او قضاء القاضي رافع للخلاف

اقسام الشهيد

37...الدر المختار – (2 / 249)

(وكذا) يكون شهيدا (لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو) تسببا أو (بغير آلة جارحة)

38...الفتاوى الهندية – (1 / 167)

وهو في الشرع من قتله أهل الحرب والبغي وقطاع الطريق أو وجد في معركة وبه جرح أو يخرج الدم من عينيه أو أذنه أو جوفه أو به أثر الحرق أو وطئته دابة العدو وهو راكبها أو سائقها أو كدمته أو صدمته بيدها أو برجلها أو نفروا دابته بضرب أو زجر فقتلته أو طعنوه فألقوه في ماءأو نار أو رموه من سور أو أسقطوا عليه حائطا أو رموا نارا فينا أو هبت بها ريح إلينا أو جعلوها في طرف خشب رأسها عندنا أو أرسلوا إلينا ماء فاحترق أو غرق مسلم أو قتله مسلم ظلما ولم تجب به دية كذا في الكافي وكذا إن قتله أهل الذمة أو المستأمنون هكذا في العيني شرح الهداية...

دار الافتاء